اب ذرا اپنے پڑوس پر بھی نگاہ ڈالتے چلئے شور یہ ہے کہ ہماری ریاست اسلامی ریاست ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے شراب کو حرام کہا اور یہاں اس سے لاکھوں روپیہ سالانہ کی آمدنی حکومت کے خزانہ میں داخل ہوتی ہے اسلام نے سودی لین دین کی سخت ممانعت کی لیکن یہاں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے قرآن نے عورتوں کو حکم دیا "وقرن فی بیوتکن" اپنے گھروں میں رہو لیکن یہاں عورتوں کی ایک خاص فوج بنائی جارہی ہے اور مردوں کی نگرانی میں انھیں فوجی ورزشیں سکھائی جاتی ہیں۔ قرآن نے عورتوں کو عہد جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کرکے باہر نکلنے سے روکا "ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ" لیکن یہاں پارکوں اور تفریح گاہوں میں۔ بازاروں میں اور پارٹیوں میں ہر جگہ "تبرج" کا سیاپ عام بات کے منظر بکثرت نظر آئیں گے اور قانون کا ہاتھ ان کے روکنے سے عاجز و درماندہ ہے۔ ہر شخص کی زبان پر اسلامی جمہوریت کا نعرہ ہے۔ لیکن خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے ایک معمولی شخص کو یہ کہنے کی جرأت ہوسکتی تھی کہ اگر آپ غلط راستہ پر چلے تو ہم آپ کو چرخہ کے تکلے کی طرح سیدھا کر دیں گے۔ مگر یہاں یہ عالم ہے کہ اسلامی جماعت جس کا قصور اس مطالبہ کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ مسلمان سچے مسلمان بنیں اور اپنے قول کے مطابق عمل بھی کریں اس کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا گیا ہے اور مقدمہ چلائے بغیر اس جماعت کے امیر اور کارکنوں کو نظر بند کر رکھا ہے پھر جہاں تک غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کا تعلق ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے۔ "دماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا" ان کا خون ہمارے خون کی طرح اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح محفوظ و محترم ہوگا۔ لیکن یہاں ہو یہ رہا ہے کہ سکھ تو پہلے ہی صاف ہوگئے اب تھوڑے بہت ہندو جو رہ گئے ہیں وہ بھی خوف و ہراس اور بے اطمینانی کی وجہ سے کھسک رہے ہیں اور وطن سے بے وطن ہو رہے ہیں حضرت عمرؓ کو کوفہ کے گورنر عتبہ بن غزوان نے ایک مرتبہ حلوہ کا ایک خاص قسم کا حلوہ لاکر پیش کیا تو آپ سخت برہم ہوتے اور ان کو برا بھلا کہہ کر فرمایا کہ "خدا کی قسم ہم وہ چیز ہرگز نہ کھائیں گے جسے عام مسلمان نہیں کھا سکتے" لیکن یہاں کا حال یہ ہے کہ عوام پریشان حال ہیں روٹی اور کپڑے کو ترس رہے ہیں۔ مگر ارباب حکومت کے کاشانے عیش و عشرت

کے تمام لوازم سے معمور ہیں اور زندگی کی کوئی راحت نہیں ہے جو انھیں میسر نہ ہو۔

آپ کہیں گے یہ ساڑھے تیرہ سو سال کی پرانی بات ہے۔ خلافت راشدہ کو چھوڑ کر مسلمانوں کی پوری تاریخ میں ان پر عمل کب ہوا ہے؟ گذارش یہ ہے تو پھر اس عہد کے علاوہ اسلامی حکومت قایم ہی کب ہوئی ہے۔ اگر آپ اپنی حکومت کو اسلامی حکومت کہتے ہیں تو آپ کو لا محالہ ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا ورنہ یہ عنوان بدل کر اپنی حکومت کو ایک "مسلم اسٹیٹ" کہنا ہوگا نہ کہ "اسلامک اسٹیٹ" اور اس مسلم اسٹیٹ کے قیام پر آپ خواہ کتنے ہی خوش ہوں لیکن اسلام آپ کو کوئی مبارکباد پیش نہیں کرسکتا۔ اسلام انسانی فکر و عمل کی کائنات پر اپنے نظام حیات کو چھایا ہوا دیکھنا چاہتا ہے اور بس! وہ ایک مسلمان کہلانے والی قوم کی حکومت و خود مختاری کے عنوان کا فریب خوردہ نہیں ہوسکتا۔

بہر حال گاندھی جی ہوں یا اسلام دونوں اس پر متفق ہیں کہ ایک انسان کے اعلیٰ کیرکٹر کی بنیادی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ اس کا دل پاکباز ہو۔ اس کی زبان اور قلب میں ہم آہنگی ہو۔ وہ خود اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ اس کا کوئی عمل ذاتی حظ نفس کے لئے نہ ہو۔ بلکہ قوم۔ جماعت اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ہو۔ صرف یہی چند اصول ہیں جن پر عامل ہو کر ہمارے لیڈر عوام کا اعتماد حاصل کر کے ملک کو مضبوط اور خوشحال بنا سکتے ہیں۔

یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ ایشیا پیغمبروں کی سرزمین ہے تمام بڑے بڑے مذاہب یہیں پیدا ہوئے اور یہیں سے ان کے برگ و بار تمام عالم میں پھیلے اس بنا پر ایشیا کے فلسفۂ اخلاق کا ایک اہم اصول ہمیشہ یہ رہا ہے کہ مقاصد اچھے ہوں تو ان کو حاصل کرنے کے لئے ذرائع بھی اچھے ہی